پنجرے کے طوطے

سیف الرحمٰن عبّاد

سیدواڑہ، غازی پور (یوپی) 233001

لاریب میرا بیٹا ہے۔ بے حد پیارا، معصوم اور ذہین ہے وہ۔ ایب وم نیشنل اسکول میں زیرِ تعلیم ہے۔ ایل کے۔ جی اور یو۔ کے جی پاس کرنے کے بعد اس وقت وہ کلاس ون میں ہے۔ ہر بار اس کے رزلٹ کارڈ پر ایکسیلنٹ لکھا ہوتا ہے۔ میں اس کی اس ذہانت سے بہت خوش ہوتا ہوں اور مستقبل سے مطمئن بھی۔

ایک روز وہ اسکول سے لوٹا تو سیدھے میرے پاس آیا۔ اس وقت میں ٹی۔ وی پر خبریں سن رہا تھا۔ اشتہاروں کا سلسلہ چلا تو میں نے ٹی۔ وی بند کر دیا۔ لاریب میرے قریب آ کر بولا:

''پاپا، میرے لیے طوطا لا دیجیے۔ مجھے طوطے بہت اچھے لگتے ہیں۔ میں طوطا پالوں گا۔''

''یہ طوطا پالنے کی تم کو کیا سوجھی بیٹا۔'' قدرے حیرت سے میں نے مسکرا کر پوچھا۔

''ایسے ہی پاپا۔ بس آپ ایک طوطا پنجرے کے ساتھ مجھے لا دیجیے۔ لا دیجیے گا نا پاپا!''

''اچھا بھئی لا دوں گا طوطا اپنے بیٹے کے لیے! اب جاؤ اسکول کے کپڑے بدلو۔ امّی تمھیں بلا رہی ہیں۔'' لاریب خوش ہو کر چلا گیا اور میں پھر سے ٹی۔ وی نیوز سننے لگا۔

دو دن بعد ہی پھر لاریب نے اپنی فرمائش دہرائی۔ ''پاپا آپ طوطا نہیں لائے؟''

''مجھے یاد ہے بیٹا۔ بس ایک دو دن میں لا دوں گا۔ ذرا انتظار کرو۔'' میں نے اس کے گال تھپتھپائے، لیکن یہ سلسلہ تو رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ ایک ہفتے بعد ہی لاریب نے مجھے پھر یاد دلایا۔ ''پاپا، طوطا آپ کب لائیں گے۔ آپ تو بس وعدہ کرتے ہیں۔ طوطا نہیں لاتے۔'' وہ افسردہ سا ہو گیا۔

''یہ طوطا پالنے کا شوق تمہارے دل میں کیسے پیدا ہوا؟'' میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر پیار سے پوچھا۔

''پاپا!'' وہ ہولے سے مسکرایا۔ ''میں جب اسکول سے لوٹتا ہوں تو اس راستے میں ایک گھر کے برآمدے میں ایک بہت بڑا سا پنجرہ رکھا ہوا ہے۔ اس میں بہت سے طوطے پلے ہوئے ہیں۔ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں وہ طوطے۔ خوب ٹائیں ٹائیں

بولتے ہیں۔ کوئی امرود کھا رہا ہوتا ہے۔ کوئی چنا تو کوئی روٹی کا ٹکڑا اپنے پنجے میں دبائے ہوئے ہوتا ہے۔ پاپا! لا دیجیے نا مجھے بھی ایک طوطا۔'' اس کی خواہش اس کے چہرے پر چمک اُٹھی تھی۔

''لا دوں گا بیٹا! میں نے کہا نا۔ اصل میں بازار میں کوئی طوطا بیچنے والا نظر ہی نہیں آیا۔ اچھا ایک دو روز اور انتظار کرو۔'' اسے مجھ پر یقین تھا۔ اس لیے مطمئن اور مسرور ہوکر دوڑتا ہوا کھیلنے کے لیے باہر چلا گیا۔

دراصل میں نے اپنے دوست سے طوطے کے لیے کہہ رکھا تھا۔ انھوں نے مجھے بتایا تھا کہ ایک طوطا پنجرے کے ساتھ چھ سو کا مل رہا ہے۔ مجھے مہنگا لگا تو میں نے منع کر دیا کہ وہ نہ خریدیں۔ میں نے سوچا لاریب کو کسی طرح سمجھا دوں گا۔

''پاپا! مجھے طوطا نہیں چاہیے۔'' ایک دن لاریب مجھ سے بولا۔

''کیوں بھئی!'' میں حیران ہوکر بولا۔'' ابھی پندرہ دنوں سے تو تم اتنی ضد کر رہے تھے۔ اب کیا ہوا؟'' ''بس ایسے ہی پاپا! مجھے طوطا نہیں چاہیے۔ پاپا میرے اسکول کے راستے میں سٹی مسجد کے پاس ایک کھلونے کی دکان ہے۔ وہاں شیشے کے کیس میں بہت سے کھلونے رکھے ہوئے ہیں۔ اس میں ایک گھوڑا بھی ہے۔ چمکیلے کپڑے پہنے ہوئے ہے وہ بہت اچھا لگتا ہے مجھے۔ آپ مجھے وہ گھوڑا لا دیجیے۔''

میرے ذہن کو ایک جھٹکا لگا۔ کیا لاریب نے میرے دل کی بات جان لی کہ مہنگا ہونے کی وجہ سے میں اس کے لیے طوطا نہیں لا پا رہا ہوں۔ اگر ایسی بات ہے تو شرمندگی مجھے کھا جائے گی۔ میں نے خود کو سنبھالا اور لاریب کے کاندھے پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے بولا:

''بیٹا اب کل ہی میں تمہارا لیے وہ گھوڑا لا دوں گا۔ وہ دکان میں نے دیکھی ہے، مگر بیٹا تم نے طوطا پالنے کا ارادہ کیوں بدل دیا؟''

''پاپا وہ—!'' لاریب بولتے بولتے رُک گیا۔

''ہاں ہاں! کہو بیٹا!'' میں نے اس کا کاندھا تھپتھپایا۔

''پاپا! پنجرے میں بند طوطے مجھے اچھے نہیں لگتے۔ میرا بس چلتا تو میں اس پنجرے کا دروازہ کھول دیتا؟

''لیکن کیوں؟'' انتہائی حیران ہوکر میں نے پوچھا:

''تاکہ وہ سب اُڑکر اپنے اپنے گھر چلے جائیں۔''

لاریب کب میرے پاس سے باہر چلا گیا، مجھے احساس ہی نہ ہوسکا۔ میں تو اس سوچ میں گم تھا کہ آٹھ سال کا لاریب قید و بند اور رہائی، آزادی کا مفہوم سمجھتا ہے۔ مجھے لاریب پر فخر کا شدید احساس ہوا۔

○○